نمبر ۷۷ | مؤرخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۲ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۸ شعبان ۱۳۵۱ھ | جلد ۲۰

مدینۃ المسیح

سب سے پہلا جلسہ

دسمبر ۱۸۹۱ء کا آخری ہفتہ وہ پہلا ہفتہ ہے جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت اپنی جماعت کے سالانہ اجتماع کی بنیاد رکھی۔ اس پہلے جلسہ میں شامل ہونے والے تمام احباب کی تعداد ۷۶ کے قریب شمار کی گئی تھی۔

جماعت احمدیہ کی ترقی

اس وقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب جماعت احمدیہ کی موجودہ ترقی کو دیکھا جائے۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کی عجیب شان نظر آتی ہے۔ اور معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صداقت اور حقانیت کا جو بیج ڈالا۔ اور جس کی ہر طرف سے انتہائی مخالفت کی گئی۔ وہ بفضل خدا کس طرح تناور درخت بن رہا ہے۔ اور کس قدر وسعت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

نماز جمعہ مسجد نور میں

اب خدا تعالیٰ کے فضل سے قادیان کی متعدد مساجد میں ہر نماز کے موقعہ پر اس سے بہت زیادہ تعداد نماز پڑھنے والوں کی ہوتی ہے جس قدر پہلے سالانہ جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تھی۔ چونکہ جلسہ سالانہ سے تین دن قبل مسجد اقصےٰ باوجود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ بلکہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ کی نسبت بہت زیادہ وسعت رکھنے کے نماز جمعہ کے لئے ناکافی تھی۔ اس لئے ۲۳۔ دسمبر کو نماز جمعہ مسجد نور میں پڑھی گئی۔ جہاں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے عہد میں جلسہ سالانہ منعقد ہوا کرتا تھا۔ خطبۂ جمعہ کے وقت تو مسجد کے اندرونی حصہ اور وسیع صحن میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھنے کی وجہ سے لوگ سما گئے۔ لیکن نماز کے وقت یہ مسجد بھی تنگ ثابت ہوئی۔ اور بہت سے اصحاب اور تمام خواتین نے جن کی بہت کافی تعداد تھی۔ احاطۂ مسجد سے باہر کھلے میدان میں نماز ادا کی :۔

خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پڑھا۔ جو اسی اخبار میں دوسری جگہ درج ہے۔ نماز میں حضور نے لمبی دعائیں کیں۔ بعد نماز حضور مسجد میں ہی رونق افروز رہے۔ اور اس طرح عصر کی نماز تک احباب کو ملاقات کا موقعہ بخشا۔ بعد نماز جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق کے بیٹے میاں مشتاق احمد صاحب بی۔ اے کا نکاح ڈاکٹر فتح الدین صاحب کی لڑکی سے پڑھا۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔ پھر سیٹھ محمد غوث صاحب حیدر آبادی کی اہلیہ صاحبہ کا جنازہ پڑھایا۔ یہ لاش اس موقعہ پر حیدر آباد دکن سے لائی گئی تھی :۔

جلسہ سے قبل کے ایام میں لیکچر

چونکہ دسمبر کا آخری عشرہ شروع ہوتے ہی دور و نزدیک کے احباب کی تشریف آوری کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اور ۲۳ دسمبر تک خاصی تعداد دارالامان میں پہونچ چکی تھی۔ اس لئے مبلغین جامعہ احمدیہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی منظوری سے جلسہ سے قبل ہی ۲۳-۲۴-۲۵- دسمبر کی تاریخوں میں کئی ایک لیکچروں کا انتظام کیا تا کہ احباب فائدہ اٹھا سکیں :۔

۲۳ دسمبر کے لیکچر

اس انتظام کے ماتحت پہلا جلسہ بعد نماز عصر مسجد نور میں

زیر صدارت جناب مفتی محمد صادق صاحب منعقد ہوا۔ جس میں تلاوت قرآن کریم اور نظم خوانی کے بعد مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے مصلح موعود کے موضوع پر تقریر فرمائی ؛

دوسرا اجلاس بعد نماز عشاء مسجد اقصےٰ میں زیر صدارت جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید اور نظم خوانی کے بعد ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی اے۔ گجراتی۔ اور گیانی واحد حسین صاحب نے علے الترتیب "حیات مسیح کے عقیدہ نے اسلام کو کیا نقصان پہونچایا" اور "اسلام و دیگر مذاہب" پر دلچسپ تقریریں کیں۔ پھر حضرت مولانا شیر علی صاحب نے ذکر حبیب پر تقریر فرمائی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایمان پرور حالات بیان کئے ؛

۲۴ر دسمبر کے لیکچر

۲۴ر دسمبر پہلا اجلاس کم ۱۰ بجے زیر صدارت مولوی جلال الدین صاحب شمس مسجد اقصےٰ میں منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم۔ اور نظم خوانی کے بعد مولوی نذیر احمد صاحب مولوی فاضل جامعہ نے اور مولوی محمد شریف صاحب مولوی فاضل جامعہ نے علے الترتیب "فضائل قرآن" اور "اسلام عالمگیر مذہب ہے" پر تقریریں کیں۔ ان کے بعد مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے عالمانہ وعظ فرمایا۔ جس میں روزہ۔ اور دعا کے متعلق بعض امور بیان کئے۔ اور صاحب صدر نے بھی ایک مختصر سی تقریر اسلام کے عالمگیر ہونے کے متعلق کی ؛

آمد مہمانان

خدا کے فضل سے مہمانوں کی آمد میں ہر لمحہ اضافہ ہو رہا ہے۔ نہ صرف ریل گاڑیوں کے ذریعہ۔ بلکہ مختلف اطراف سے پیدل سفر کر کے بھی احباب پہونچ رہے ہیں ؛

علاقہ ریاست جموں سے ایک قافلہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو پیدل پہونچ گیا ہے۔ اور ضلع آگرہ کے راجپوت احمدیوں کا پیدل قافلہ بھی ۲۴ کو ہی پہونچ گیا۔

انتظامات جلسہ

انتظامات جلسہ کی اصل مدات جن کی آگے کئی شاخیں ہیں۔ یہ ہیں۔ (۱) انتظام مہمان نوازی و اجرائے پرچی خوراک (۲) انتظام مکانات و انکوائری آفس (۳) انتظام دیگ و تنور۔ (۴) انتظام تقسیم روٹی۔ (۵) انتظام تقسیم سالن (۶) انتظام تقسیم پرہیزی۔ (۷) انتظام پہرہ (۸) انتظام روشنی۔ (۹) انتظام صفائی۔ (۱۰) انتظام صفائی برتن۔ (۱۱) انتظام آب رسانی (۱۲) طبی انتظام (۱۳) انتظام بازار۔ (۱۴) انتظام چائے و بیت الخلا۔ (۱۵) انتظام ڈاک و پیغام رسانی۔ (۱۶) ہر ایک اندرون و بیرون قصبہ جگہ کا علیحدہ انتظام ہے۔ ان کے علاوہ سب سے زیادہ جن کا ایک ہی جگہ انتظام ہے (۱) استقبال سٹیشن۔ (۲) انتظامات ملاقات (۳) انتظام سٹیج و جلسہ گاہ۔ (۴) انتظام لیکچرز ؛

نظارت ضیافت کی طرف سے

جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والوں کا خیر مقدم

اھلاً وسھلاً ومرحبا

جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے احباب کا امرتسر کے اسٹیشن پر جناب ناظر صاحب ضیافت کی طرف سے حسب ذیل مطبوعہ الفاظ میں خیر مقدم کیا گیا۔

ایھا الاحباب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا تعالےٰ کا فضل و کرم ہے۔ کہ اس نے آپ کو جلسہ سالانہ ۱۹۳۲ء کے موقعہ پر قادیان آنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مشہور الہام پھر آب و تاب سے پورا ہوا کہ یاتون من کل فج عمیق ویاتیک من کل فج عمیق اس لئے آپ ہمارے مہمان نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان ہیں۔ اور ہم کو خوش قسمتی سے آپ کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اور ہم خدمت گزاروں کے لئے ضروری ہے۔ کہ آپ کے قیام و طعام کے متعلق کچھ گزارش کریں۔

میرا یہ عریضہ آپ کو امرتسر میں ملے گا۔ جہاں اس دفعہ ہماری طرف سے بعض احباب مقرر ہیں۔ تا کہ گاڑی بدلنے سے اصحاب کی امداد کر سکیں۔ نیز ٹکٹ لینے میں دوستوں کو آسانی ہو۔ اس کے بعد بٹالہ پر اسی غرض کے لئے بعض والنٹیر ملیں گے۔ پھر قادیان پہونچنے پر قادیان کے سٹیشن پر ہمارے والنٹیرز۔ (۱) آپ کا استقبال کریں گے۔ (۲) آپ کو آپ کی جماعت کی قیام گاہ سے مطلع کریں گے (۳) آپ کا سامان قلیوں کے ہاتھ آپ کی قیام گاہ تک پہونچائیں گے (۴) اور قابل دریافت امور سے آپ کو آگاہ کریں گے۔ (۵) مناسب اور عزت میں استقبال کے والنٹیرز کر سکتے ہیں۔ آپ کی امداد کریں گے۔ پھر جب آپ اپنی قیام گاہ میں پہونچیں گے۔ تو وہاں علاوہ اسپے کمرہ کے والنٹیرز کے ایک معزز اور معروف صاحب کو اپنا مہمان نواز پائیں گے۔ جس کا فرض ہوگا۔ کہ (۱) آپ کے لئے تمام ضروری سامان مہیا کرنا (۲) پانی اور روشنی کا انتظام کرنا (۳) وقت پر کھانا کھلانا۔ (۴) کوئی بیمار ہو جائے۔ تو فوراً طبی امداد مہیا کرنا۔ (۵) غرض جس قدر بھی مہمانوں کو آرام کے لئے ہم حتے الوسع تجاویز عمل میں لا سکتے ہیں۔ وہ سب مہمان نواز کے ذمہ ہیں۔ جس کمرہ میں آپ ٹھیریں گے۔ اسی میں مہمان نواز بھی مقیم ہوگا۔ وہ ہر وقت وہاں رہیگا جس چیز کی آپ کو ضرورت ہو۔ اس کو فرمائیں۔ وہ مطابق قواعد مہیا کرے گا۔ پس آپ اپنی شکایت یا ضرورت کا اظہار اپنی جماعت کے نمائندہ سے کریں۔ وہ اس مہمان نواز سے کہے۔ تو انشاء اللہ شکایات کا سدباب ضرور ہو جائے گا۔

پس یہ ہے مختصر سا خاکہ ہمارے انتظام کا۔ اب میں ایک ضروری بات پر یہ عریضہ ختم کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ آپ کو وقت پر کھانا نہ ملے۔ یا پانی کا انتظام درست نہ ہو۔ یا کہیں روشنی کا انتظام خراب ہو۔ یا صفائی کا اہتمام کم ہو۔ غرض آپ کے آرام و آسائش کے لحاظ سے جو بھی نقص ہو۔ آپ اس کے لئے مذکورہ بالا طریق پر اس کا سدباب تو کریں۔ مگر ہماری غلطیوں پر درگزر کا پردہ ڈالیں۔ ہم کسی تبدیلی یا ترقی کا وعدہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے درخواست ہے۔ کہ عفو سے کام لیں۔ ہم کمزور اور ناتجربہ کار انسان ہیں۔ اور انسان غلطی کا پتلا ہوتا ہے ؛ والسلام

سید محمد اسحاق ناظر ضیافت سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان۔ دارالامان

ایک موٹر ڈرائیور مکینک کی ضرورت

ایک موٹر ڈرائیور کی ضرورت ہے۔ جو علاوہ اچھی طرح ڈرائیو کرنے کے بطور مکینک بھی واقف ہو۔ تنخواہ ۲۵۔ روپے ماہوار ہوگی۔ حاجتمند جلد سے جلد دفتر منیجر الفضل کی معرفت درخواستیں بھیجدیں

خریداران الفضل بھول نہ جائیں

جن خریداران الفضل کا چندہ ۱۶ر دسمبر سے ۱۵ر جنوری تک کسی تاریخ کو ختم ہوتا ہے ان کے ناموں کی فہرست الفضل نمبر ۷۔ مورخہ ۱۱ر دسمبر میں چھپ چکی ہے۔ مہربانی فرما کر تمام صاحبان اپنا اپنا چندہ جلسہ پر دستی ادا فرمائیں۔ ورنہ جنوری کے پہلے ہفتہ میں وی۔ پی وصول کرنے کے لئے طیار رہیں ؛ (منیجر الفضل)

ضروری اطلاع

اس اخبار پر اگرچہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۳۲ء کی تاریخ درج ہے لیکن پریس اور روانگی اخبار کی مشکلات کی وجہ سے ۲۴ کو پرچہ مکمل کر دیا گیا تھا اس وجہ سے انعقاد جلسہ کے متعلق کچھ نہیں لکھا جا سکا۔ اس کے بعد ۲۹۔ دسمبر کا پرچہ شائع نہیں ہو سکے گا۔ اور یکم جنوری ۱۹۳۳ء کا پرچہ ناظرین کرام کی خدمت میں بھیجا جائے گا۔ جس میں جلسہ کے ضروری حالات اور اہم کوائف درج ہونگے۔ گویا اس دفعہ عملہ الفضل جلسہ کے نہایت مصروفیت کے ایام میں بھی اخبار کا کام کرے گا اور نہایت مجبوری کے باعث صرف ایک پرچہ شائع نہیں ہو سکے گا ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۷۷ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۲ء | جلد ۲۰

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود کے ارشادات

یہ پرچہ چونکہ ان مبارک ایام میں شائع ہو رہا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منشائے الٰہی کے ماتحت اپنی جماعت کے لئے اس لئے مقرر فرمائے۔ کہ "تمام مخلصین اگر خدا تعالےٰ چاہے۔ بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ تاکہ محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے" انہیں موقعہ مل سکے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کے مواقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان مبارک سے جو ربانی باتیں سنائیں ان میں سے حسب گنجائش کچھ پیش کی جائیں:۔

قرآن شریف کثرت سے پڑھو

۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"یہ بات ہرگز ہرگز بھول جانے کے قابل نہیں ہے۔ کہ قرآن شریف جو خاتم الکتب ہے۔ در اصل قصوں کا مجموعہ نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اپنی غلط فہمی اور حق پوشی کی بنا پر قصوں کا مجموعہ کہا ہے۔ انہوں نے حقائق شناس فطرت سے حصہ نہیں پایا۔ ورنہ اس پاک کتاب نے تو پہلے قصوں کو بھی ایک فلسفہ بنا دیا ہے۔ اور یہ اس کا احسان عظیم ہے۔ ساری کتابوں اور نبیوں پر۔ ورنہ آج ان باتوں پر ہنسی کی جاتی۔ اور یہ بھی اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ اس علمی زمانہ میں جبکہ موجودات عالم کے حقائق اور خواص الاشیاء کے علوم ترقی کر رہے ہیں۔ اس نے آسمانی علوم اور کشف حقائق کے لئے ایک سلسلہ کو قائم کیا جس نے ان تمام باتوں کو جو فیج اعوج کے زمانہ میں ایک معمولی قصوں سے بڑھ کر وقعت نہ رکھتی تھیں۔ اور اس سائنس کے زمانہ میں ان پر ہنسی ہو رہی تھی۔ علمی پیرایہ میں ایک فلسفہ کی صورت میں پیش کیا:۔

پہلے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بالکل خیالی اور سادہ طور پر بہشت اور دوزخ کو رکھا گیا تھا۔ حضرت مسیح نے پھانسی پانے والے چور کو یہ تو کہدیا۔ کہ آج ہم بہشت میں جائیں گے۔ مگر بہشت کی حقیقت پر کوئی نکتہ بیان نہ فرمایا۔ ہم اس وقت اس سوال کو سامنے لانے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ کہ عیسائیوں کے انجیلی عقیدے اور بیان کے موافق وہ بہشت میں گئے۔ یا ہاویہ میں؟ بلکہ صرف یہ دکھانا ہے۔ کہ بہشت کی حقیقت انہوں نے کچھ بیان نہیں کی۔ ہاں یوں تو عیسائیوں نے اپنے بہشت کی مساحت بھی کی ہوئی ہے:۔

برخلاف اس کے قرآن شریف کسی تعلیم کو قصے کے رنگ میں پیش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ہمیشہ ایک علمی صورت میں اسے پیش کرتا ہے۔ مثلاً اسی بہشت و دوزخ کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے۔ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ۔ یعنی جو اس دنیا میں اندھا ہے۔ وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ کیا مطلب۔ کہ خدا تعالےٰ اور دوسرے عالم کے لذات کے دیکھنے کے لئے اسی جہان میں حواس اور آنکھیں ملتی ہیں۔ جس کو اس جہان میں نہیں ملیں۔ اسکو وہاں بھی نہیں ملیں گے اب یہ امر انسان کو اس طرف متوجہ کرتا ہے۔ کہ انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ ان حواس اور آنکھوں کے حاصل کرنے کے واسطے اسی عالم میں کوشش اور سعی کرے۔ تاکہ دوسرے عالم میں بینا اُٹھے:۔

ایسا ہی عذاب کی حقیقت اور فلسفہ بیان کرتے ہوئے قرآن شریف فرماتا ہے۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔ یعنے اللہ تعالےٰ کا عذاب ایک آگ ہے۔ جس کو وہ بھڑکاتا ہے۔ اور انسان کے دل ہی پر اس کا شعلہ بھڑکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ عذاب الٰہی اور جہنم کی اصل جڑ انسان کا اپنا ہی دل ہے۔ اور دل کے ناپاک خیالات اور گندے ارادے اور عزم اس جہنم کا ایندھن ہیں۔ اور پھر بہشت کے انعامات کے متعلق نیک لوگوں کی تعریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یفجرونھا تفجیرا۔ یعنے اسی جگہ نہریں نکال لے ہیں اور پھر دوسری جگہ مومنوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کی جزا کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ جنّٰت تجری من تحتھا الانھار۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی ان باتوں کو قصہ قرار دے سکتا ہے۔ یہ کیسی سچی بات ہے۔ جو یہاں آبپاشی کرتے ہیں۔ وہی پھل کھائیں گے۔ غرض قرآن شریف اپنی ساری تعلیموں کو علوم کی صورت اور فلسفہ کے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ اور یہ زمانہ جس میں خدا تعالےٰ نے ان علوم حقہ کی تبلیغ کے لئے اس سلسلہ کو خود قائم کیا ہے۔ کشف حقائق کا زمانہ ہے:۔

پس یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قرآن شریف نے پہلی کتابوں اور نبیوں پر احسان کیا ہے۔ جو ان کی تعلیموں کو جو قصہ کے رنگ میں تھیں۔ علمی رنگ دے دیا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ کوئی شخص ان قصوں اور کہانیوں سے نجات نہیں پا سکتا۔ جب تک وہ قرآن شریف کو نہ پڑھے۔ کیونکہ قرآن شریف ہی کی یہ شان ہے۔ کہ وہ انہ لقول فصل وما ھو بالھزل ہے وہ میزان۔ مہیمن۔ نور اور شفا اور رحمت ہے۔ جو لوگ قرآن شریف کو پڑھتے۔ اور اسے قصہ سمجھتے ہیں۔ انہوں نے قرآن شریف کو نہیں پڑھا۔ بلکہ اس کی بے حرمتی کی ہے۔ ہمارے مخالف کیوں ہماری مخالفت میں اسقدر تیز ہوئے ہیں۔ صرف اسی لئے کہ ہم قرآن شریف کو جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ سراسر نور اور حکمت اور معرفت ہے۔ دکھانا چاہتے ہیں۔ اور وہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ قرآن شریف کو ایک معمولی قصے سے بڑھ کر وقعت نہ دیں۔ ہم اس کو گوارا نہیں کر سکتے۔ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہم پر کھولدیا ہے۔ کہ قرآن شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے۔ اس لئے ہم ان کی مخالفت کی کیوں پرواہ کریں غرض میں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس سلسلہ کو کشف حقائق کے لئے قائم کیا ہے۔ کیونکہ بدوں اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو۔ جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لئے مامور کیا ہے۔ اس لئے قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو۔ مگر نرا قصہ سمجھ کر نہیں۔ بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر:۔

برداشت کا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ اور خدا کے فضل کی قدر کرو

"اب خدا تعالےٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ کہ اسلام کا نور ظاہر ہو

اور دُنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ سچا اور کامل مذہب جو انسان کی نجات کا متکفل ہے۔ وُہ صرف اسلام ہے۔ اسی لئے خدا تعالےٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ لیکن ان ناعاقبت اندیش نادان دوستوں نے خدا تعالےٰ کے اس سلسلہ کی قدر نہیں کی۔ بلکہ یہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ یہ نور نہ چمکے۔ یہ اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر وُہ یاد رکھیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے وعدہ کر چکا ہے۔ واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ یہ مجھے گالیاں دیتے ہیں۔ لیکن مجھے ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں۔ اور نہ ان پر افسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ وُہ اس مقابلہ سے عاجز آ گئے ہیں۔ اور اپنی عاجزی اور فرومایگی کو بجز اس کے نہیں چھپا سکتے کہ گالیاں دیں۔ کفر کے فتوے لگائیں۔ جھوٹے مقدمات بنائیں اور قسم قسم کے افترا اور بہتان لگائیں۔ وُہ اپنی ساری طاقتیں کو کام میں لا کر میرا مقابلہ کر لیں۔ اور دیکھ لیں۔ کہ آخری فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔ میں ان کی گالیوں کی اگر پرواہ کروں۔ تو وُہ اصل کام جو خدا تعالےٰ نے مجھے سپرد کیا ہے۔ رہ جاتا ہے اس لئے جہاں میں ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ ان کو مناسب ہے۔ کہ ان کی گالیاں سُن کر برداشت کریں۔ اور ہرگز ہرگز گالی کا جواب گالی سے نہ دیں۔ کیونکہ اس طرح پر برکت جاتی رہتی ہے۔ وُہ صبر اور برداشت کا نمونہ ظاہر کریں۔ اور اپنے اخلاق دکھائیں۔ یقیناً یاد رکھو۔ کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصہ آتا ہے۔ تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے۔ اور بُردباری کا نمونہ دکھاتا ہے۔ اس کو ایک نُور دیا جاتا ہے۔ جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں۔ اس لئے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ میں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں۔ کہ اسلام کی جو حالت اس وقت ہو رہی ہے۔ اور یہ مختلف فرقہ بندیاں جو آئے دن ہوتی رہتی ہیں۔ اور مخالف اس پر دلیر ہو رہے ہیں۔ اور بے باکی سے حملے اور اعتراض کرتے ہیں۔ یہ سب اسی دابۃ الارض کا فساد ہے۔ انہوں نے ہی عیسائیوں کو مدد دی ہے۔ مگر اب خدا کا شکر کرو۔ کہ اس نے عین وقت پر دستگیری فرمائی ہے۔ اور اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ اس لئے تم کو مناسب ہے۔ اس فضل کو جو تم کو دیا گیا ہے۔ ضائع نہ کرو۔ اور ادب کی نگاہ سے دیکھو۔ اور اس مدد اور نصرت کی۔ جو تمہیں دی گئی ہے۔ قدر کرو۔ یقیناً یاد رکھو۔ کہ خدا کی مدد بدون اور اس کے بلائے بغیر کوئی شخص راستی سے۔ اور پوری قوت سے ایک امر کو بیان نہیں کر سکتا۔ بغیر اس کے دلائل ملتے ہی نہیں۔ اور طرز بیان نہیں دیا جاتا اور یہ بھی خدا کا خاص فضل ہوتا ہے۔ کہ اس طرز بیان سے نیکی کی قوت رکھنے والے اس شخص کو جو خدا کی قوت اور طاقت پا کر روح القدس سے بھر کر بولتا ہے۔ شناخت کر لیتے ہیں۔ پس تم پر خدا تعالےٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ کہ اس نے تمہیں یہ قوت عطا کی۔ اور شناخت کی آنکھ دی۔ اگر وُہ یہ فضل نہ کرتا۔ تو جیسے اور لوگ پردوں میں ہیں۔ اور گالیاں دیتے ہیں۔ تم بھی ان میں ہی ہوتے جس چیز نے تم کو کھینچا ہے۔ وُہ محض خدا کا فضل ہے۔“

حقیقی طہارت کے حصُول کے لئے تدبیر کرو

۲۹ دسمبر ۱۹۰۶ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ ”انسان دیدہ دانستہ اپنے آپ کو گناہ کے گڑھے میں نہ ڈالے۔ ورنہ وُہ ضرور ہلاک ہو گا۔ جو شخص دیدہ دانستہ بدراہ اختیار کرتا ہے۔ یا کنوئیں میں گرتا ہے۔ اور زہر کھاتا ہے۔ وُہ یقیناً ہلاک ہو گا۔ ایسا شخص نہ دُنیا کے نزدیک نہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک قابلِ رحم ٹھیر سکتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری اور بہت ہی ضروری ہے خصوصاً ہماری جماعت کے لئے (جس کو اللہ تعالےٰ نمونہ کے طور پر انتخاب کرتا ہے۔ اور وُہ چاہتا ہے۔ کہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک نمونہ ٹھیرے) کہ جہاں تک ممکن ہے۔ بدصحبتوں اور بدعادتوں سے پرہیز کریں۔ اور اپنے آپ کو نیکی کی طرف لگائیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے جہاں تک تدبیر کا حق ہے۔ تدبیر کرنی چاہیئے۔ اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیئے۔

یاد رکھو۔ کہ تدبیر بھی ایک مخفی عبادت ہے۔ اس کو حقیر مت سمجھو۔ اسی سے وُہ راہ کھل جاتی ہے۔ جو بدیوں سے نجات پانے کی راہ ہے۔ جو لوگ بدیوں سے بچنے کی تجویز اور تدبیر نہیں کرتے۔ وُہ گویا بدیوں پر راضی ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح پر خدا تعالےٰ ان سے الگ ہو جاتا ہے۔

میں سچ کہتا ہوں۔ کہ جب انسان نفسِ امّارہ کے پنجہ میں گرفتار ہونے کے باوجود بھی تدبیر میں لگا ہوا ہوتا ہے۔ تو اس کا نفسِ امارہ خدا تعالےٰ کے نزدیک لوامہ ہو جاتا ہے۔ اور ایسی قابلِ قدر تبدیلی پا لیتا ہے۔ کہ یا تو وُہ امارہ تھا۔ جو لعنت کے قابل تھا۔ اور یا تدبیر اور تجویز کرنے سے وُہی قابلِ لعنت نفس امارہ لوامہ ہو جاتا ہے۔ جس کو یہ شرف حاصل ہے۔ کہ خدا تعالےٰ بھی اس کی قسم کھاتا ہے۔ یہ کوئی چھوٹا شرف نہیں ہے۔ پس حقیقی تقوےٰ اور طہارت حاصل کرنے کے واسطے اول یہ ضروری شرط ہے۔ کہ جہاں تک بس چلے۔ اور ممکن ہو۔ تدبیر کرو۔ اور بدی سے بچنے کی کوشش کرو۔ بدعادتوں اور بدصحبتوں کو ترک کرو۔ ان مقامات کو چھوڑ دو۔ جو اس قسم کی تحریک کا موجب ہو سکیں۔ جس قدر دُنیا میں تدبیر کی راہ کھلی ہے۔ اسی قدر کوشش کرو۔ اور اس سے نہ تھکو۔ نہ ہٹو۔“

دُعا کے لئے ہمیشہ کمربستہ رہو اور کبھی مت تھکو

”دُوسرا طریق حقیقی پاکیزگی کے حاصل کرنے اور خاتمہ بالخیر کے لئے جو خدا تعالےٰ نے سکھایا ہے۔ وُہ دعا ہے۔

اسی طرح پر اور تدابیر کرنے والے ہیں۔ مثلاً زراعت کرنے والے۔ اور یہی معالجات کرنے والے وُہ خوب جانتے ہیں۔ کہ ان تدابیر کی وجہ سے انہوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اشیاء میں مختلف اثر دیکھے ہیں۔ پھر جبکہ ان چیزوں میں تاثیرات موجود ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ دعاؤں میں جو وُہ بھی مخفی اسباب اور تدابیر ہیں۔ اثر نہ ہوں؟ اثر ہیں۔ اور ضرور ہیں۔ لیکن تھوڑے لوگ ہیں۔ جو ان تاثیرات سے واقف اور آشنا ہیں۔ اس لئے انکار کر بیٹھتے ہیں میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ چونکہ بہت سے لوگ دُنیا میں ایسے ہیں۔ جو اس نقطہ سے جہاں دعا اثر کرتی ہے۔ دور رہ جاتے ہیں۔ اور وُہ تھک کر دعا چھوڑ دیتے ہیں۔ اور خود ہی یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ کہ دعاؤں میں کوئی اثر نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ یہ تو ان کی اپنی غلطی اور کمزوری ہے۔ جب تک کافی وزن نہ ہو۔ خواہ زہر ہو یا تریاق۔ اس کا اثر نہیں ہوتا۔ کسی کو بھوک لگی ہوئی ہو۔ اور وُہ چاہے۔ کہ ایک دانہ سے پیٹ بھر لے۔ یا تولہ بھر غذا کھائے۔ تو کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وُہ سیر ہو جائے۔ کبھی نہیں۔ اسی طرح جس کو پیاس لگی ہوئی ہے۔ ایک قطرہ پانی سے اس کی پیاس کب بجھ سکتی ہے۔ بلکہ سیر ہونے کے لئے چاہیئے کہ وُہ کافی غذا کھائے۔ اور پیاس بجھانے کے واسطے لازم ہے۔ کہ کافی پانی پیوے۔ تب جا کر اس کی تسلی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح پر دُعا کرتے وقت بے دلی اور گھبراہٹ سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ اور جلدی ہی تھک کر نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ بلکہ اس وقت تک ہٹنا نہیں چاہیئے۔ جب تک دُعا اپنا اثر نہ دکھائے۔ جو لوگ تھک جاتے اور گھبرا جاتے ہیں۔ وُہ غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ محروم رہ جانے کی نشانی ہے۔ میرے نزدیک دُعا بہت عمدہ چیز ہے۔ اور میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں۔ خیالی بات نہیں۔ جو مشکل کسی تدبیر سے حل نہ ہوتی ہو۔ اللہ تعالےٰ دُعا کے ذریعہ اسے آسان کر دیتا ہے میں سچ کہتا ہوں۔ کہ دُعا بڑی زبردست اثر والی چیز ہے۔ بیماری سے شفا اس کے ذریعہ ملتی ہے۔ دُنیا کی تنگیاں، مشکلات اس سے دُور ہوتی ہیں۔ دُشمنوں کے منصُوبے سے یہ بچا لیتی ہے۔ اور وُہ کیا چیز ہے جو دُعا سے حاصل نہیں ہوتی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان کو پاک یہ کرتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ پر زندہ ایمان یہ بخشتی ہے۔ گناہ سے نجات دیتی ہے۔ اور نیکیوں پر استقامت اس کے ذریعہ سے آتی ہے۔ بڑا ہی خوش قسمت وُہ شخص ہے۔ جس کو دُعا پر ایمان ہے۔ کیونکہ وُہ اللہ تعالےٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کو دیکھتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کو دیکھ کر ایمان لاتا ہے۔ کہ وُہ قادر کریم خدا ہے۔“

اللہ تعالےٰ نے شروع قرآن ہی میں دعا سکھائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بڑی عظیم الشان اور ضروری چیز ہے۔ اس کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین اس میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات کو جو ام الصفات ہیں بیان فرمایا ہے۔ رب العالمین ظاہر کرتا ہے کہ وہ ذرا ذرا کی ربوبیت کر رہا ہے۔ عالم اسے کہتے ہیں جسکی خبر ملے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں ہے۔ جسکی ربوبیت نہ کرتا ہو۔ ارواح۔ اجسام وغیرہ سب کی ربوبیت کر رہا ہے۔ وہی ہے جو ہر ایک چیز کے حسب حال اس کی پرورش کرتا ہے۔ جہاں جسم کی پرورش فرماتا ہے۔ وہاں روح کی سیری اور تسلی کے لئے معارف اور حقائق وہی عطا فرماتا ہے۔ پھر فرمایا ہے۔ کہ وہ رحمٰن ہے یعنی اعمال سے بھی پیشتر اس کی رحمتیں موجود ہیں۔ پیدا ہونے سے پہلے ہی زمین چاند سورج۔ ہوا پانی وغیرہ جسقدر اشیاء انسان کے لئے ضروری ہیں موجود ہوتی ہیں۔ اور پھر وہ اللہ رحیم ہے یعنی کسی کے نیک اعمال کو ضایع نہیں کرتا۔ بلکہ پاداش عمل دیتا ہے۔ پھر مالک یوم الدین ہے یعنی جزا دہی دیتا ہے۔ اور وہی یوم الجزاء کا مالک ہے۔ اس قدر صفات اللہ کے بیان کے بعد دعا کی تحریک کی ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی ہستی اور ان صفات پر ایمان لاتا ہے۔ تو خواہ مخواہ روح میں ایک جوش اور تحریک ہوتی ہے۔ اور دعا کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف جھکتی ہے۔ اس لئے اس کے بعد اھدنا الصراط المستقیم کی ہدایت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی تجلیات اور رحمتوں کے ظہور کے لئے دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اس لئے اس پر ہمیشہ کمر بستہ رہو۔ اور کبھی مت تھکو۔ غرض اصلاح نفس کے لئے اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے نیکیوں کی توفیق پانیکے واسطے دوسرا پہلو دعا کا ہے۔ اس میں جسقدر توکل اور یقین اللہ تعالیٰ پر کریگا۔ اور اس راہ میں نہ ہٹنے والا قدم رکھے گا۔ اسی قدر عمدہ نتائج اور ثمرات ملیں گے۔ تمام مشکلات دور ہو جائینگی۔ اور دعا کرنیوالا تقوے کے اعلیٰ محل پر پہنچ جائے گا۔ یہ بالکل سچی بات ہے۔ کہ جبتک خدا تعالےٰ کسی کو پاک نہ کرے کوئی پاک نہیں ہو سکتا نفسانی جذبات پر محض خدا تعالےٰ کے فضل اور جذبہ ہی سے موت آتی ہے اور یہ فضل اور جذبہ دعا ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ طاقت صرف دعا ہی سے ملتی ہے۔

میں پھر کہتا ہوں۔ کہ مسلمانوں اور خصوصاً ہماری جماعت کو ہرگز ہرگز دعا کی بے قدری نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہی دعا تو ہے جس پر مسلمانوں کو ناز کرنا چاہیئے۔ اور دوسرے مذاہب کے لوگ تو دعا کے لئے گندے پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ توجہ نہیں کر سکتے۔ ایک عیسائی جو خون مسیح پر ایمان لا کر سارے گناہوں کو معاف شدہ سمجھتا ہے۔ اسے کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ وہ دعا کرتا رہے اور ایک ہندو جو یقین کرتا ہے۔ کہ توبہ قبول ہی نہیں ہوتی۔ اور تناسخ کے چکر سے رہائی ہی نہیں۔ وہ کیوں دعا کے واسطے ٹکریں مارتا رہے گا۔ وہ تو یقیناً سمجھتا ہے۔ کہ کتے۔ بلے۔ بندر۔ سور بننے سے چارہ ہی نہیں ہے۔ اس لئے یاد رکھو۔ کہ یہ اسلام کا فخر اور ناز ہے۔ کہ اس میں دعا کی تعلیم ہے۔ اس میں کبھی سستی نہ کرو۔ اور نہ اس سے تھکو۔

دعا خدا تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان یعنی جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں۔ کہ خدا کہاں ہے۔ اور اس کا کیا ثبوت ہے۔ تو کہدو۔ وہ بہت ہی قریب ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے۔ تو میں اس کو جواب دیتا ہوں یہ جواب کبھی رویا صالحہ کے ذریعہ ملتا ہے۔ اور کبھی کشف اور الہام کے واسطے۔ علاوہ بریں دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ایسا قادر ہے۔ جو کہ مشکلات کو حل کر دیتا ہے۔ غرض دعا بڑی دولت اور طاقت ہے۔ اور قرآن شریف نے جا بجا اس کی ترغیب دی ہے۔ اور ایسے لوگوں کے حالات بھی بتائے ہیں۔ جنہوں نے دعا کے ذریعہ اپنے مشکلات سے نجات پائی۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی جڑ اور ان کی کامیابیوں کا اصل اور سچا ذریعہ یہی دعا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اپنی ایمانی اور عملی حالت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو۔ دعاؤں کے ذریعہ سے ایسی تبدیلی ہوگی۔ جو خدا کے فضل سے خاتمہ بالخیر ہو جائیگا۔

صحبت صادقین

تیسرا پہلو جو قرآن سے ثابت ہے۔ وہ صحبت صادقین ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کونوا مع الصادقین یعنی صادقوں کے ساتھ رہو۔ صادقوں کی صحبت میں ایک خاص اثر ہوتا ہے ان کا نور صدق و استقلال دوسروں پر اثر ڈالتا ہے۔ اور ان کی کمزوریاں کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ تین ذریعہ ہیں۔ جو ایمان کو شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اور اسے طاقت دیتے ہیں۔ اور جب تک ان ذرائع سے انسان فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اس وقت تک اندیشہ رہتا ہے۔ کہ شیطان اس پر حملہ کر کے اس کے متاع ایمان کو چھین نہ لے جاوے۔ اس لئے بہت بڑی ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ مضبوطی کے ساتھ اپنے قدم کو رکھا جاوے۔ اور ہر طرح سے شیطانی حملوں سے احتیاط کی جائے۔ جو شخص ان تینوں ہتھیاروں سے اپنے آپکو مسلح نہیں کرتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے

نیکیوں کے حصول کی کوشش

لیکن یہ بات یاد رکھو۔ کہ کتابوں میں جب لکھا جاتا ہے کہ بدیاں چھوڑ دو۔ اور نیکیاں کرو۔ تو بعض آدمی اتنا ہی سمجھ لیتے ہیں۔ کہ نیکیوں کا کمال اسی قدر ہے۔ کہ جو مشہور بدیاں ہیں مثلاً چوری زنا۔ غیبت۔ بدنظری وغیرہ موٹی موٹی بدیوں سے بچتے ہیں۔ تو اپنے آپکو سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ ہم نے نیکی کے تمام مدارج حاصل کر لئے ہیں اور ہم بھی کچھ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اگر غور کر کے دیکھا جائے۔ تو یہ کچھ بھی چیز نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو چوری نہیں کرتے بہت سے ایسے ہیں۔ جو ڈاکے نہیں مارتے۔ یا خون نہیں کرتے یا بدنظری یا بدکاری کی بدعادتوں میں مبتلا نہیں ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اسے ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس نے ترک شر کیا ہے۔ خواہ وہ عدم قدرت ہی کی وجہ سے ہو۔ قرآن شریف صرف اتنا ہی نہیں چاہتا۔ کہ انسان ترک شر کر کے سمجھ لے۔ کہ بس اب میں صاحب کمال ہو گیا۔ بلکہ وہ تو انسان کو اعلیٰ درجہ کے کمالات اور اخلاق فاضلہ سے متصف کرنا چاہتا ہے۔ اور اس سے ایسے اعمال و افعال سرزد ہوں۔ جو بنی نوع انسان کی بھلائی اور ہمدردی پر مشتمل ہوں۔ اور ان کا نتیجہ یہ ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہو جائے۔ پس اس بات کو بار بار کہتا ہوں۔ کہ تم میں سے کوئی اپنی ترقی اور کمال روحانی کی یہی انتہا نہ سمجھ لے۔ کہ میں نے ترک بدی کی ہے۔ صرف ترک بدی نیکی کے کامل مفہوم اور منشاء کو اپنے اندر نہیں رکھتی۔ بار بار ایسا تصور کرنا۔ کہ میں نے خون نہیں کیا۔ خوبی کی بات نہیں۔ کیونکہ خون کرنا ہر ایک شخص کا کام نہیں ہے۔ یا یہ کہنا کہ زنا نہیں کیا۔ کیونکہ زنا کرنا تو کنجروں کا کام ہے۔ نہ کہ کسی شریف انسان کا۔ ایسی بدیوں سے پرہیز زیادہ سے زیادہ انسان کو بدمعاشوں کے طبقے سے خارج کر دیگا۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہیں مگر وہ جماعت جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں کیا ہے۔ کہ انہوں نے ایسے اعمال صالحہ کئے۔ کہ خدا تعالےٰ ان سے راضی ہو گیا۔ اور وہ خدا تعالےٰ سے راضی ہو گئے۔ (صرف ترک بدی ہی سے نہ بنی تھی۔ انہوں نے اپنی زندگیوں کو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہیچ سمجھا خدا کی مخلوق کو نفع پہنچانے کے واسطے اپنے آرام و آسائش کو ترک کر دیا۔ تب جا کر وہ ان مدارج اور مراتب پر پہنچے کہ آواز آگئی۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

مگر میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس وقت مسلمانوں کی یہ حالت ہو رہی ہے۔ کہ کسب خیر تو بڑی بات ہے۔ اور وہی اصل مقصد ہے۔ لیکن وہ تو ترک بدی میں ہی سست نظر آتے ہیں۔ اور ان کا مولا تو ذکر ہی کیا ہے۔ جو صلحاء کے کام ہیں۔ پس تمہیں چاہیئے۔ کہ تم ایک ہی بات اپنے لئے کافی نہ سمجھ لو۔ ہاں اول بدیوں سے پرہیز کرو۔ اور پھر ان کی بجائے نیکیوں کے حاصل کرنے کے واسطے سعی اور مجاہدہ سے کام لو۔ اور پھر خدا تعالےٰ کی توفیق اور اس کا فضل دعا سے مانگو۔ جبتک انسان ان دونوں صفات سے متصف نہیں ہوتا یعنے بدیاں چھوڑ کر نیکیاں حاصل نہیں کرتا وہ اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا۔ مومن کامل ہی کی تعریف میں انعمت علیھم فرمایا گیا ہے۔ اب غور کرو۔ کہ کیا اتنا ہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

سچی عبادت اور سچی استعانت حاصل کرنے کا طریق

صرف اسلام نے دنیا کے سامنے زندہ مذہب پیش کیا ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۳ دسمبر ۱۹۳۲ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اسلام نے جس خدا کا یا صحیح لفظوں میں یوں کہنا چاہئیے کہ جو

خدا تعالیٰ کا نقشہ

ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ یا اس کی صفات بیان فرمائی ہیں وہ ایسی ہیں۔ کہ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے دنیا میں کسی قسم کا تعصب اور کسی قسم کا فساد باقی رہ ہی نہیں سکتا۔

یورپ کے بعض مصنفین

نے ہستی باری تعالیٰ کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ خدا نے بندے کو پیدا نہیں کیا بلکہ بندے نے خدا کو پیدا کیا ہے جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ کوئی ایسا خدا موجود نہیں۔ جس نے روح اور مادہ کو پیدا کیا ہو۔ بلکہ انسانی دماغ نے بعض حالات سے متاثر ہو کر یعنی کبھی خوف کے جذبہ کے ماتحت کبھی امید کے جذبہ کے ماتحت کبھی اس خیال سے کہ میری مشکلات کو کون دور کرے گا۔ اور کبھی اس خیال سے کہ میری قربانیوں کا بدلہ دینے والی کوئی ذات ہونی چاہیئے۔ خود بخود

ایک ذہنی وجود

گھڑ لیا۔ اور اس کا نام خدا رکھ دیا۔ پھر خود بخود ہی مطمئن ہو گیا اور خیال کرنے لگا۔ کہ یہ ہستی مجھے خطرات سے بچائے گی۔ میری قربانیوں کا بدلہ دیگی۔ اور پیش آمدہ مصائب میں میری حفاظت کریگی جن مشکلات سے مجبور ہو کر

دہریت کی طرف مائل

انسانوں نے یہ خیال کیا۔ کہ خدا نے انسان کو پیدا نہیں کیا بلکہ انسان نے خدا کو پیدا کیا ہے۔ وہ اتنی

زبردست مشکلات

ہیں۔ اور ایسا موثر فلسفہ ہے۔ کہ بعض خدا پرستوں کے اگر دل میں یہ بات نہیں۔ کہ خدا نے انسان کو پیدا نہیں کیا۔ بلکہ انسان نے خدا کو پیدا کیا ہے۔ تو کم از کم اس کے مشابہ ایک اور چیز ان کے ذہنوں میں ہوتی ہے جس میں خدا کے وجود کو تو تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ مگر اس خیال کو بھی کلیتہً رد نہیں کیا جاتا یورپ کے

وہ لوگ جو دہریت سے تعلق نہیں رکھتے

انہوں نے کہا ہے۔ کہ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے۔ کہ خدا نے انسان کو پیدا نہیں کیا۔ اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ انسان نے خدا کو پیدا کیا ہے۔ مگر ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں۔ کہ خدا نے انسان کو پیدا کیا۔ اور انسان نے اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے خدا کو ایک نئی صورت دے دی۔ گویا جب خدا نے انسان کو انسان بنایا۔ تو انسان نے اس کا احسان نہیں رکھا۔ بلکہ اس نے بھی خدا کو ایک نئی صورت دیدی۔ وہ امر جس کی وجہ سے یورپین لوگوں کو یہ غلطی لگی یہ ہے۔ کہ مختلف ملکوں اور مختلف قوموں کے لوگوں نے

اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق

ایسے خیالات رکھے۔ جن میں صراحتاً اختلاف موجود ہے۔ ہندوؤں نے جو خدا کی شکل پیش کی ہے۔ وہ اس سے مختلف ہے۔ جو جینیوں نے پیش کی۔ اور جو جینیوں نے

خدا تعالیٰ کی ایک ذہنی تصویر

اتاری ہے۔ وہ اس سے مختلف ہے۔ جو بدھوں نے اتاری اور جو بدھوں نے اللہ تعالیٰ کی شکل بنائی۔ وہ زرتشتیوں کے خدا کی صورت سے مختلف ہے۔ اسی طرح زرتشتیوں نے اللہ تعالیٰ کی جو صورت بنائی۔ وہ اس سے مختلف ہے۔ جو یہود نے بنائی۔ اور یہود کی بنائی ہوئی صورت عیسائیوں کی تیار کردہ صورت سے مختلف ہے۔ اور عیسائیوں کی تجویز کردہ صورت سے وہ صورت بالکل مختلف ہے۔ جو اسلام نے اللہ تعالیٰ کے متعلق پیش کی۔ اب ایک

مذہب سے ناواقف آدمی

جب اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق اس قدر اختلاف دیکھتا ہے۔ تو حیران ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس امر کو نہیں سمجھ سکتا۔ کہ کیوں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ باقی سب مذاہب کو خدا نے ترک کر دیا۔ اور صرف ایک مذہب سے اپنے تعلق کو مخصوص کر لیا اور یہ کہ صرف

ایک مذہب کی سچی راہنمائی

ہی اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اور باقیوں کے لئے ہدایت کے راستے کے دروازے بند کر دیئے۔ کیونکہ یہ بھی تو ظلم ہے۔ کہ پیدا تو اس نے سب کو کیا۔ ترقی کی قوتیں بھی سب کو دیں۔ امیدیں بھی سب کے دلوں میں پیدا کر دیں مگر

روحانی ترقی

کرنے کے دروازے سوائے ایک شخص کے سب کے لئے بند کر دیئے۔ یورپین لوگ کہتے ہیں۔ کہ در اصل اس

اختلاف کی وجہ

یہ ہے۔ کہ لوگوں نے اپنی عقل سے خدا کی تصویر کھینچی۔ اور اپنے اپنے ماحول کی وجہ سے اس میں تبدیلی کرتے چلے گئے۔ یہودیوں نے خدا کو اپنے قومی کیریکٹر کے ماتحت دیکھا۔ زرتشتیوں نے اسے اپنے کیریکٹر کے ماتحت دیکھا۔ عیسائیوں نے اسے اپنے حالات کے ماتحت دیکھا۔ جینیوں نے اسے اپنی ذہنیت کے ماتحت دیکھا۔ غرض ہر قوم نے اپنے اپنے خیالات کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی ہستی کو دیکھا۔ اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نسبت

مختلف مذاہب کی آرا

میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ میں کہتا ہوں۔ اچھا ہم فرض کر لیتے ہیں۔ جو کچھ تم نے کہا۔ درست ہے۔ دنیا میں اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔ اور ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کی نسبت مختلف مذاہب نے مختلف خیالات اپنے اپنے حالات کے ماتحت بیان کئے۔ تو بھی تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ

محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا

سب سے اعلیٰ و برتر خدا ہے۔ اس لئے کہ اگر اسلام نے خدا تعالیٰ کے متعلق جو خیالات پیش کئے ہیں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہنیت کا ہی عکس ہیں۔ تو بھی اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیریکٹر سب سے اعلیٰ تھا۔ کیونکہ آپکا کیریکٹر کیا تھا۔ یہ کہ

الحمد للہ رب العالمین

ہندوؤں نے اپنے کیریکٹر کے مطابق اللہ تعالیٰ کا جو نقشہ کھینچا۔ عیسائیوں نے اپنے کیریکٹر کے مطابق اللہ تعالیٰ کی جو تصویر کھینچی

یہودیوں نے اپنے خیالات کے ماتحت اللہ تعالےٰ کے متعلق جو کچھ بیان کیا۔ میں کہتا ہوں ان تمام باتوں کو لے آؤ اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا اس سے مقابلہ کر کے دیکھو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ اگر ہم فرض محال کے طور پر یہ امر تسلیم بھی کر لیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خیالات کے ماتحت اللہ تعالیٰ کا نقشہ کھینچا۔ تب بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ باقی تمام مذاہب نے اللہ تعالےٰ کو

ایک قومی خدا

کی صورت میں پیش کیا۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو اسی ہستی کو اپنا خدا بناؤنگا جو

ساری دنیا کا خدا

ہو۔ اور جو کسی خاص قوم سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ یعنی رب العالمین ہو غرض اس راہ سے اگر فلسفہ بھی حملہ کرے۔ تو باقی تمام مذاہب اس کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ صرف اسلام ہی ہے۔ جو قائم رہیگا۔ اور جسے کوئی اعتراض جنبش میں نہیں لا سکیگا۔ اس لئے کہ دنیا اگر ترقی کر سکتی ہے۔ تو صرف اسی خدا پر ایمان لا کر جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے۔ پس خواہ مخالف ان خیالات کو

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی خیالات

ہی قرار دیں۔ تب بھی اس امر سے انکار نہیں ہو سکیگا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم باقی تمام ہادیوں سے افضل ہیں۔ کیونکہ آپ نے خدا تعالےٰ کے متعلق جو خیال پیش کیا۔ وہ باقی تمام خیالات پر فوقیت رکھتا ہے۔ مگر یہ بحث ہی لغو اور بے ہودہ ہے۔

اصل بات

یہ ہے کہ اختلافات پیدا ہی اس لئے ہوئے ہیں۔ کہ لوگوں نے رب العالمین خدا کو نہیں سمجھا۔ خدا تعالیٰ نے تو بے شک اپنے آپ کو رب العالمین کی صورت میں پیش کیا مگر جب لوگ خدا تعالےٰ سے دور ہوتے گئے اور

اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی راستی

کو نظر انداز کر گئے تب انہوں نے اپنے دماغ سے کام لینا شروع کر دیا اور

دماغی تخیلات

کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی نئی صورت قائم کر لی۔ اور چونکہ یہ مصنوعی خدا تھا۔ اس لئے اس میں زندگی کی علامات بھی نظر نہ آسکیں کیونکہ یہ لازمی بات ہے۔ کہ اصلی خدا اور انسانوں کے بنائے ہوئے خداؤں میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ پس ان کا

مردہ خدا

تھا۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خدا پیش کیا وہ زندہ اور القادر خدا ہے۔ اور یہ واضح بات ہے کہ مردے پر زندہ تو تصرف کر لیتے ہیں۔ مگر زندے پر مردے تصرف نہیں کر سکتے مردہ پہلوان کو گدھ بھی نوچ سکتی ہیں۔ اور سر شکاری کو چیلیں نوچ سکتی ہیں۔ مگر زندہ انسان سے یہ تمام چیزیں بھاگتی ہیں اور دور سے بندوق کی نالی دیکھ کر ہی خائف ہو جاتی ہیں۔ پس دوسرے مذاہب والوں نے جو خدا پیش کیا۔ وہ مردہ خدا ہے اور اسی لئے چیلوں اور گدھوں نے ان کے مردہ خدا کے گوشت کو کھانا شروع کر دیا۔ مگر اسلام نے جس خدا کو پیش کیا ہے وہ

زندہ خدا

ہے اور زندہ خدا پر حملہ کرنے میں کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا پس چونکہ اسلام زندہ مذہب ہے اور اسلام کا خدا زندہ خدا ہے اس لئے وہ لوگوں کے حملوں اور ان کی دست برد سے محفوظ رہا اور آج تک اس کی اصلی صورت نظر آ رہی ہے۔

مردہ چیز

کی اصلی ہیئت بدل جاتی ہے۔ مگر زندہ چیز اپنی اصلی صورت پر قائم رہتی ہے۔ کیا تم گیہوں کو نہیں دیکھتے۔ جب تک اس کی زندگی قائم رہتی ہے۔ وہ کیسی شکل میں ہوتی ہے اور جب انسان کے پیٹ میں اس پر موت وارد ہو جاتی ہے۔ تو کچھ حصہ خون اور کچھ حصہ فضلہ بن جاتا ہے۔ پس چونکہ

ایک ہی خدا اور زندہ خدا

ہے۔ اس لئے اسی زندہ خدا کو اسلام نے پیش کیا۔ اور کہا کہ الحمد للہ رب العالمین ۔ الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین یہی وہ خدا ہے جس کے متعلق ہر انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ :۔ ایاک نعبد وایاک نستعین ۔ جب تک زندہ خدا پر انسان کو ایمان حاصل نہ ہو۔ اس وقت تک وہ ایاک نعبد وایاک نستعین کبھی کہہ ہی نہیں سکتا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ

حقیقی عبادت اور حقیقی استعانت

خدا تعالیٰ سے ہی طلب کی جا سکتی ہے۔ یوں تو مختلف لوگ عبادتیں کرتے اور دیوی دیوتاؤں سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس وقت بھی وہ لوگ عبادتیں کرتے ہیں جب بالکل مایوس ہو جائیں اور چاروں طرف انہیں ناکامی کے آثار دکھائی دیں۔ اور کیا اس وقت بھی وہ

دعا پر یقین

رکھتے ہیں جب ان کے لئے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں اگر ہم غور کریں گے تو معلوم ہوگا۔ کہ ایسے اوقات میں صرف وہی شخص دعا مانگتا ہے جو

زندہ خدا پر ایمان

رکھتا ہو چنانچہ اس وقت میں دو مصیبت کے واقعات کا ذکر کرتا ہوں جن سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ایسی حالت میں جبکہ ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا

اور اس پر توکل کرنا انہی لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے جو خدا کی ہستی اور اس کی عظیم الشان قدرتوں پر یقین رکھتے ہیں۔

بدر کی جنگ

کے موقع پر صرف تین سو مسلمان سپاہی تھے۔ اور ان میں سے بھی بہت سے ناتجربہ کار اور جنگی فنون کے لحاظ سے حقیر سمجھے جاتے تھے۔ ان میں مہاجرین کی تعداد کم تھی۔ اور انصار زیادہ تھے۔ اس طرح مسلمان سپاہیوں کا اچھا خاصہ حصہ ایسا تھا جو

جنگی فنون سے ناواقف

تھا۔ یہ مدینہ کے وہ لوگ تھے۔ جن کا کام زیادہ تر کھیتی باڑی تھا۔ عرب کے لوگ ایسے لوگوں کو حقیر سمجھا کرتے تھے۔ کیونکہ عرب میں عزت تلوار کی وجہ سے حاصل ہوا کرتی تھی۔ چونکہ وہ

تلوار کے دھنی

نہ تھے اس لئے حقیر اور ذلیل سمجھے جاتے۔ جب بدر کی جنگ کے موقع پر عرب کے بعض جرنیل مقابل میں نکلے تو اس وقت کے طریق کے مطابق جو یہ تھا۔ کہ پہلے اکیلے اکیلے نبرد آزمائی کرتے اور پھر فوج فوج پر حملہ کر دیتی۔

عتبہ شیبہ اور ولید

تین جرنیل مکہ والوں کی طرف سے میدان میں آئے اور انہوں نے کہا ھل من مبارز۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو ہمارا مقابلہ کرے۔ انصار اس وقت یہ خیال کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے کیونکہ ہم آپ کو اپنے ہاں لائے ہیں۔ اس لئے بیشتر اس کے کہ مہاجرین میں سے کوئی نکلتا۔

تین انصاری

مسلمانوں میں سے نکل آئے۔ جن میں سے دو پندرہ پندرہ برس کے نوجوان تھے۔ کفار کے جرنیلوں نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ اس وقت قاعدہ یہ ہوتا تھا اور اب بھی ہے۔ کہ ڈاڑھی والے ڈھاٹا باندھ لیتے ہیں۔ انہوں نے اسی طرح کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے ان کی شکلیں پہچانی نہ جاتی تھیں۔ تاریخوں والے غلطی سے لکھتے ہیں۔ کہ وہ نقابیں اوڑھ کر جنگ کیا کرتے تھے حالانکہ کبھی نقاب ڈالکر بھی لڑائی کی جا سکتی ہے؟ چونکہ ان کی ڈاڑھیاں ہوتی تھیں۔ اس لئے وہ ڈھاٹے باندھ لیتے جس کی وجہ سے ان کے چہرے پوشیدہ ہو جاتے جب انصاری نوجوان نکلے اور مقابلہ کرنیوالوں نے پوچھا کہ تم کون ہو کیونکہ وہ پہچانتے نہ تھے تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم انصار میں سے ہیں۔ اس پر وہ بول اٹھے۔ کہ تعجب ہے مکہ سے نکل کر ہماری قوم کے لوگ ایسے بد تہذیب ہو گئے ہیں۔ کہ ہمارے مقابلہ میں بجائے سپاہیوں کے زمینداروں کو بھیجتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم لڑنے کے لئے تیار نہیں مگر ہم مکہ کے سردار ہیں ہمارے ساتھ سردار ہی آ کر لڑیں۔ وہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آ گئے۔ اور کہا یا رسول اللہ وہ تو اس بنا پر ہم سے انکار کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ اچھا تمہاری کیا اور آدمیوں کو بھیجا جاتا ہے تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سپاہی بھیجے۔ جن میں سے ایک حضرت علی اور ایک حضرت حمزہ تھے۔ جب یہ گئے تو کفار نے پھر پوچھا کہ تم کون ہو

کیونکہ ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے۔ اور آنکھیں نظر نہیں آتی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہم علیؓ حمزہؓ ہیں تیسرے کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ ابیر انہوں نے کہا۔ الخائب تم ہمارے مقابل ہو ہم تم سے لڑیں گے۔ میں نے یہ واقعہ اس لئے بتایا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر خود دشمن محسوس کرتا تھا۔ کہ مسلمانوں میں سے ایک بڑی تعداد

فنون جنگ سے ناواقف

ہے۔ اور ایسی ناواقف کہ مکہ والے آپ ہی ان سے لڑائی کرنا اپنی ہتک خیال کرتے۔ یہ حالات تھے جو مسلمانوں کے متعلق پائے جاتے تھے اور ظاہری سامانوں کے لحاظ سے عملی طور پر مایوسی نظر آ رہی تھی۔ ادھر مکہ کے لوگوں کو اپنی طاقت و قوت پر اتنا گھمنڈ تھا کہ بعض ان میں سے اپنے ساتھیوں سے اپیل کرتے۔ کہ آخر یہ مسلمان ہمارے رشتہ دار ہی ہیں۔ ان سے نہیں لڑنا چاہئے گویا مکہ والے اسے لڑائی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ خیال کرتے تھے۔ کہ ہم چند منٹوں میں ہی ان سب کو قتل کر دیں گے۔ اس لئے کہتے۔ اپنے کمزور بھائیوں کو میدان میں مار ڈالنا اچھی بات نہیں۔ غرض جنگی لحاظ سے مسلمانوں کی حالت تھی۔ مگر رسول کریم بجائے اس کے کہ

میدان جنگ کے متعلق فکر

کرتے۔ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے تھے اور بار بار آپ پر رقت کا عالم طاری ہو جاتا۔ اور آپ فرماتے خدایا مسلمانوں سے یہی نوج کی آخری جنگ ہے۔ اگر اس میں تیرے مومن بندوں نے شکست کھائی۔ اور یہ مارے گئے۔ تو پھر تیرا نام لیوا دنیا سے مٹ جائیں گے۔ پس اے خدا میں تیری توحید اور تفرید کا واسطہ دیکر کہتا ہوں۔ کہ تو ان کو کامیاب کر۔ غرض لوگ جس وقت نیزے کی انی تیز کر رہے ہوتے ہیں جب تلواروں کے چمکانے میں مشغول ہوتے ہیں۔ جب وہ دیگر آلات حرب کو درست کر رہے ہوتے ہیں اسوقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اگر کوئی تلوار اگر کوئی نیزہ اور اگر کوئی تیر کام کرنے والا ہوتا۔ تو وہ اللہ اور اس کے حضور عاجزانہ دعائیں تھیں

حقیقی عبادت

ہے۔ جسکی اسلام بہت تاکید کرتا ہے۔ عبادت وہ نہیں کہ انسان کبھی مندر میں گیا۔ یا کبھی مسجد میں۔ اور پھر ذرا سی ٹھوکر لگنے پر اپنے ایمان کی ساری پونجی فروخت کر ڈالی۔ اور کہدیا کہ جاؤ ہم ایسے اسلام کو قبول نہیں کر سکتے۔ بلکہ عبادت وہ ہے۔ کہ جس وقت انسان کے چاروں طرف

عبادت سے روکنے والے اسباب

اکٹھے ہوں۔ اس وقت وہ سب سے زیادہ عبادت پر زور دے۔ اور سمجھے کہ اگر کوئی ذریعہ نجات دینے والا ہے۔ تو وہ عبادت ہی ہے۔ یہ تو قومی خطرہ کی مثال تھی۔ اب میں ایک

نفسی خطرہ کی مثال

بھی سناتا ہوں۔ رسول کریم ایک جنگ سے واپس آ رہے تھے کہ دشمنوں میں سے ایک شخص نے قسم کھائی۔ کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ضرور قتل کروں گا۔ آپ راستہ میں ایک جگہ قیلولہ کے لئے ٹھہرے۔ اور ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ باقی تمام صحابی بھی مختلف جگہوں میں آرام کرنے کیلئے پھیل گئے۔ انہیں اس امر کا خیال نہیں تھا۔ کہ کوئی دشمن ہمارے تعاقب میں آ رہا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے سو رہے تھے یا اونگھ رہے تھے۔ کہ دشمن نے

تلوار کھینچ کر

آواز دی مگر نہ معلوم اسے کیا خیال آیا۔ کہ اس نے جگا کر پوچھا بتا اب تجھے کون میرے حملے سے بچا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ جس یقین کے ساتھ جس وثوق کے ساتھ جس عبادت اور استعانت کے خیال کے ساتھ۔ آپ کی زبان سے یہ فقرہ نکلا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ باوجود اس کے کہ وہ منتیں مانتا ہوا اپنی قسم پوری کرنیکے لئے آیا تھا اور باوجود اس کے کہ وہ جانتا تھا کہ اپنی زندگی میں آج پہلا موقعہ حاصل ہوا ہے اس کا ہاتھ لرز گیا۔ اور

تلوار ہاتھ سے گر گئی

اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی تلوار ہاتھ میں اٹھائی اور فرمایا۔ بتا اب تجھے میرے حملہ سے کون بچا سکتا ہے۔ اس شخص کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بھی سمجھ نہ آئی اور کہنے لگا آپ ہی رحم فرمائیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ چلے جاؤ۔ تمہارا خون اس قابل نہیں کہ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار

اسے بہائے۔ اور آپ سمجھ گئے کہ جس شخص کے دل میں خدا نہیں اسکی زبان پر بھی وہ نہیں آ سکتا۔ یہ اس زندہ خدا کی عبادت کا کرشمہ تھا جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مصنوعی عبادات کا نتیجہ بھی دیکھ لو۔ فتح مکہ کے موقعہ پر تمام کفار سمجھتے تھے کہ اب ان کیلئے کامیابی کا کوئی راستہ نہیں۔ اور یہ کہ تمام دروازے ان کے لئے بند ہو چکے ایسے موقعہ پر میں ایک ایسے فرد کی مثال پیش کرتا چاہتا ہوں جو کفر میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

فتح مکہ کے وقت

عورتوں سے بیعت لے رہے تھے۔ اور آپ کے ارد گرد ہجوم تھا آپ نے اعلان کرا دیا تھا۔ کہ بعض شریروں کو مکہ بھی پناہ نہیں دے سکتا وہ جہاں کہیں مل جائیں۔ انہیں قتل کر دیا جائے۔ ان میں سے ایک ہندہ بھی تھی بیعت لیتے وقت آپ نے کہا کہو ہم شرک نہیں کرینگی عورتوں نے کہا ہم شرک نہیں کرینگی۔ اس پر ہندہ جو بڑی دلیر اور بہادر عورت تھی اور جس نے بعد میں اپنی جرأت اور بہادری کا ثبوت بھی پیش کر دیا اور جو چوری چھپے بیعت کے لئے آئی ہوئی تھی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اقرار لینا چاہا کہ ہم شرک نہیں کرینگی تو وہ بول اٹھی کہ کیا اب بھی کوئی شرک کر سکتا ہے جبکہ ہم نے سارا زور لگایا مگر تو اکیلا ہو کر جیت گیا۔ اور ہمارے معبود ہمارے کسی کام نہ آئے۔ کیا اتنے بڑے نشان کے بعد بھی کوئی شرک پر قائم رہ سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کون ہے۔ ہندہ؟ ہندہ نے عرض کیا ہاں ہندہ جانتی تھی کہ

اسلام میں داخل ہونیکے بعد

اس پر کوئی تلوار نہیں اٹھ سکتی۔ پس اس نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا یہ ہندہ وہ عورت تھی۔ جو جنگ میں جاتی۔ اور قبیلے والوں کو لڑائی کے لئے برانگیختہ کیا کرتی۔ حتیٰ کہ احد کی جنگ میں اس نے سب عورتوں کو سکھا دیا کہدو۔ آج مردوں میں سے جو شکست کھا کر واپس آئیگا۔ اسے عورتیں طلاق دیدینگی۔ وہ ہندہ بھی سمجھ گئی۔ کہ زندہ خدا کس مذہب کے ساتھ ہے پس سچی عبادت اور سچی استعانت محض سچے مذہب سے حاصل ہو سکتی ہے۔ سچے مذہب کے بغیر انسان کبھی اللہ تعالیٰ پر وہ یقین اور وثوق پیدا ہی نہیں کر سکتا۔ جو پیدا ہونا چاہیئے۔ ہمیشہ مصائب انسان کے دل میں مایوسی پیدا کر دیا کرتی ہیں۔ مگر جس کے دل میں

سچا ایمان

داخل ہو۔ اسکی مثال وہی ہوتی ہے جو احزاب کے موقعہ پر مسلمانوں کی ہو کہ چاروں طرف سے دشمنوں نے آ گھیرا۔ زمین و آسمان مسلمانوں کے واسطے تنگ ہو گئے۔ منافقوں جیسے بزدل بھی کہنے لگ گئے۔ کہ مسلمانوں کو باہر پاخانہ پھرنے تک کی تو اجازت نہیں۔ مگر

دنیا کو فتح کرنے کے ارادے

ہیں۔ سات سات وقت کا فاقہ تھا اور اکثر ول نے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ اس وقت جب زمین ان پر باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہو رہی تھی۔ جب اپنے اور پرائے سب ڈرا رہے تھے۔ اور دشمن چاروں طرف سے حملہ آور تھا۔ ان کی ایمانی حالت کے متعلق خود خدا تعالیٰ گواہی دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ جب لوگوں نے انہیں کہا۔ کہ اے مسلمانو! اب تمہارا کہیں ٹھکانا نہیں۔ یا اہل یثرب لا مقام لکم تو انہوں نے کہا۔ کہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے بتا چکا ہے۔ اور یہی مصیبتیں ہیں جن کے بعد ہمارے لئے فتح اور خوشی مقدر ہے۔ پس وہ اپنے ایمان میں اور زیادہ بڑھ گئے۔ غرض خدا تعالیٰ کی عبادت اور استعانت سچے دین سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اور ایسا انسان مصائب اور مشکلات کے اوقات میں اپنے رب کو پہچان لیتا۔ اور اس پر اس کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے قرآن مجید میں استعارہ کے رنگ میں آتا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا کیا۔ تو ان سے پوچھا الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں انہوں نے کہا بلیٰ کیوں نہیں۔ اس کے معنے یہی ہیں۔ کہ ہر انسان کی فطرت میں ایک نقشہ موجود ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے غرض سچی عبادت اور سچی استعانت محض اسلام میں ہی نصیب ہو سکتی ہے مگر کیا ہی بد بخت ہے وہ انسان جسکو سچی عبادت اور سچی استعانت حاصل کرنیکا موقعہ ملا۔ مگر پھر بھی وہ اس کے حاصل کرنے سے محروم رہا۔ اور پھر بھی اس کی عبادتیں اسی رنگ کی رہیں۔ جسطرح کوئی مندر میں یا گرجا میں جا کر عبادت کرتا ہے واقعہ میں ایسا انسان اگر پیدا نہ ہوتا۔ تو اس کے لئے اچھا تھا۔ اور واقعہ میں یہ اپنی

قوم کے لئے ننگ الدعار

ہے۔ رب العالمین خدا ہی ہے جو اسے ان بندھنوں اور شیطانی طوقوں سے نجات دے۔ جن میں وہ پھنسا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ رب العالمین ہے حالانکہ وہ تو مالک یوم الدین بھی ہے چاہے تو اگلے جہان میں بھی اسے معاف کر سکتا ہے۔ مگر ایسے شخص کی حالت قابل افسوس ضرور ہے کیونکہ اسے ایک نور ملا اور وہ اس کے سمجھنے سے محروم رہا۔ اللہ ہی ہے۔ جو اس پر رحم فرمائے مگر وہ

نے اس نور کو دیکھا۔ وہ بڑی جنتوں کے مستحق ہیں۔ کیونکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی خلعت کو واپس نہیں کیا۔ بلکہ اسے قبول کیا۔ اور اس پر فخر کیا پس مبارک ہیں وہ اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی۔ اور مبارک ہو تم کہ تم میں سے ہر ایک جو یہاں آیا۔ اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ایک خلعت پیش ہوئی۔ اس نے اسے پہنا اور اس پر فخر کیا۔ پس اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھولے اور اپنی عظیم الشان برکات کا نزول فرمائے۔ اور ان پر بھی رحم کرے۔ جن کے لئے یہ دروازے کھولے گئے۔ مگر وہ اپنی غفلت سے ابھی تک اس میں داخل نہیں ہو سکے۔ کیونکہ وہ رب العالمین ہے بتایا کہ وہ مومنوں کا خدا ہے۔ اسی طرح کافروں کا بھی خدا ہے ٭

علماء دہلی کو دعوت الی الحق

جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی حال میں جب تبلیغ احمدیت کے لئے دہلی میں مقیم تھے۔ تو انہوں نے علماء دہلی کو مخاطب کر کے عربی نظم و نثر میں ایک اعلان شائع کیا۔ ذیل میں اس کا خلاصہ اردو میں درج کیا جاتا ہے:

حضرت مسیح موعودؑ کا دعوے

اے علمائے قوم و فضلائے ملت بیضا! آج میں آپ کو اسلام کی ایک عظیم الشان حقیقت کی طرف دعوت دیتا ہوا درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے پر غور کریں۔ کیونکہ آپ اپنے وقت موعود پر دلائل و براہین کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ اور آپ کی صداقت پر خدا تعالے نے بڑے بڑے زمینی و آسمانی نشانات ظاہر کئے امید ہے کہ آپ حسنِ اخلاق سے کام لیتے ہوئے جیسا کہ شرفاء کی عادت ہوتی ہے۔ اور انکار ہٹ دھرمی تعصب دشمنی اور بغض وعناد کو یکطرف رکھتے ہوئے میری اس دعوت کو قبول فرمائینگے

زمانہ کی حالت

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عین صدی کے سر پر مبعوث فرما کر آپ کی صداقت کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ ظهر الفساد فی البر والبحر کے مطابق چودھویں صدی جو فساد و فتن کا زمانہ ہے۔ ایک مصلح ربانی کو چاہتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خوب فرمایا۔ کہ

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا !

پس ہم حضور پر علاماتِ ظہور مسیح و مہدی اور آپ کے زمانہ کے نشانات دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔ الحمد للہ علی ما انعم علینا

پیشگوئیوں میں متشابہات کا حصہ

یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اخبار غیبیہ جو کسی مصلح موعود کے متعلق ہوتی ہیں۔ ان میں محکمات اور متشابہات دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس کے متعلق اللہ تعالے فرماتا ہے۔ قل الحمد للہ سیریکم آیاتہ فتعرفونها پس ممکن ہے۔ کہ ایک بات محکم سمجھی جائے۔ حالانکہ وہ متشابہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک بات متشابہ سمجھی جائے۔ حالانکہ وہ محکم ہو۔ قرآن کریم اور احادیث میں ایسی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اپنی رؤیا پر عمل کرنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی ازواج مطہراتؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانا۔ اسرعکن لحوقا بی اطولکن یدا یعنی میرے بعد سب سے پہلے تم میں سے زیادہ لمبے ہاتھ والی فوت ہوگی۔ اس وقت آپ کی موجودگی میں تمام ازواج مطہرات نے اپنے ہاتھ ماپے تو حضرت سودہؓ بنت زمعہ کے ہاتھ سب سے لمبے تھے۔ اس وقت سب نے یہی خیال کیا۔ کہ حضرت سودہؓ سب سے پہلے فوت ہوں گی۔ لیکن جب اس پیشگوئی کے ظہور کا وقت آیا۔ تو سب سے پہلے حضرت زینب فوت ہوئیں۔ اور معلوم ہوا۔ کہ لمبے ہاتھ سے مراد غرباء و مساکین کے لئے سخاوت کرنیوالا ہاتھ ہے۔ پس پیشگوئی کی حقیقت اس کے اظہار کے وقت ہی منکشف ہوتی ہے۔ اسی طرح آمد مسیح کی خبر بھی اخبار غیبیہ میں سے تھی۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ اخبار غیبیہ کا معاملہ اجتہادی غلطی سے پاک نہیں ہوتا۔ اسی واسطے مجتہدین کے اجتہاد میں غلطی ہوتی رہی۔ اور حضرت عیسےٰ کے انکار کا باعث یہود کی ایسی ہی غلطی ہوئی اور آنحضرت صلعم کا انکار بھی یہود و نصاریٰ نے محض اس غلطی کی وجہ سے کیا۔ اس واسطے راہ راست یہی ہے۔ کہ آپ لوگوں کو اس شخص کی تصدیق کرنی چاہیئے۔ جس نے منہاج نبوت و رسالت پر دعویٰ کیا ہے۔ اور جو تمام انبیاء اور مرسلین کے معیار صدق اور میزان عدل کا مصداق ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء کے صدق کا معیار ایک ہی طرز پر ہے:

اجتہادی غلطیاں

یاد رہے۔ کہ اللہ تعالے نے قرآن مجید میں نیک لوگوں کے قصص کو عبرت و نصیحت کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ جیسے اللہ تعالے نے حضرت آدم کے قصہ میں فرشتوں کا اعتراض بیان کیا۔ جو اجتہادی غلطی سے پیدا ہوا تھا۔ اسی طرح ایک مقام پر حضرت موسیٰ کا وہ اعتراض جو آپ نے حضرت خضر پر ایسی حالت میں کیا تھا۔ جبکہ آپ حضرت خضر سے یہ کہہ چکے تھے۔ کہ میں آپ سے علم و ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اسی طرح حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کا قصہ ہے۔ جبکہ وہ ایک کھیت کے متعلق فیصلہ کر رہے تھے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ففهمناها سلیمان ہم نے یہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا۔ ان تمام قصوں میں ان لوگوں کے لئے نصیحت و عبرت ہے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ غلط رائے سے پاک ہیں۔ حالانکہ وہ نہ پاکیزگی میں فرشتوں کی طرح ہیں اور نہ معصومیت میں نبیوں کی مانند اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان کی آراء میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ پھر آپ لوگ کس طرح صحت اور درستگی رائے کا دعوے کر سکتے ہیں۔ اور پیشگوئیوں کے راز کو سمجھنے میں اجتہادی غلطی سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اے حق کے طالبو اور ہدایت کے متلاشیو اور میزان عدل کے ساتھ تحقیق کرنے والو!

ہمارے امام حضرت مسیح موعود نے اپنے دعویٰ کو علماء ملت پر دلائل قطعیہ و براہین نیرہ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ جنکو جماعت علماء میں سے کوئی فرد خواہ وہ کیسا ہی عالم بے بدل و فاضل اجل کیوں نہ ہو۔ ہرگز نہیں توڑ سکتا۔ کیا ہمارے اس زمانہ میں کوئی عالم اور فاضل ایسا ہے۔ جو ان دلائل کو جو حضرت مسیح موعود نے علمائے زمان کے سامنے پیش کئے۔ باطل کر سکے۔ اور ان اعتراضات کا جواز روئے نصوص قرآنیہ و حدیثیہ ان کے معتقدات پر کئے گئے ہیں۔ جواب دے سکے۔ مثلاً آپ اپنی کتابوں میں فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام فوت ہو گئے۔ اور فوت شدہ لوگوں میں جا ملے۔

ابن مریم مر گیا حق کی قسم ؛ داخل جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اُس کو فرقاں سر بسر ؛ اس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے ؛ ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

پس جو شخص یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام جسم خاکی سے آج تک آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ تو اس کے لئے یہی ثابت کر دینا کافی ہے۔ کہ وہ قرآن مجید سے لفظ حیّ اور جسدہ العنصری اور لفظ سماء دکھا دے۔ یہ ایک بالکل ہی مختصر سا مطالبہ ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے۔ کہ مسیح ناصری زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ تو میرے تمام دعاوی باطل ہیں:

رفع عیسےٰ کی حقیقت

اسی طرح آپ کی صداقت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے۔ کہ آپ نے رفع عیسےٰ کی یہ حقیقت بیان کی کہ وہ رفع جسمانی نہیں تھا۔ بلکہ روحانی تھا۔ جس طرح کہ تمام انبیاء کا رفع ہوا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج میں مختلف انبیاء کو مختلف آسمانوں میں دیکھا۔ اور حضرت ہارون حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کو مسیح کے آسمان سے بھی اوپر کے آسمان میں دیکھا۔ اگر رفع سے مراد رفع جسمانی ہے۔ تو ثابت ہوا۔ کہ تمام انبیاء جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسےٰ کے سوا آسمانوں پر دیکھا وہ بھی خاکی جسموں سے آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور اگر اس سے انکار ہے۔ تو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت عیسےٰ کا رفع بھی دوسرے انبیاء کے رفع کی طرح روحانی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا رفع روحانی چاہا ہے۔ جس کے لئے بین السجدتین یہ دعا فرماتے تھے۔ کہ ارفعنی پھر حدیث میں آتا ہے۔ اذا

تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ۔ یعنی جب بندہ فروتنی اور انکسار اختیار کرتا ہے تو خدا اس کو ساتویں آسمان پر اٹھا لیتا ہے غور کرنا چاہیئے کہ بندہ تو دنیا میں زندہ موجود ہے اور اس کا رفع ساتویں آسمان پر ہوتا ہے۔ پس یقیناً حضرت مسیح کا ایسا ہی رفع ہوا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔ پس جو شخص ان دلائل قاطعہ کے بعد رفع عیسٰیؑ اور رفع انبیاء کے درمیان فرق کرتا ہے۔ وہ اعتدال کو چھوڑ کر افراط اور تفریط کی راہ اختیار کرتا ہے۔

حضرت عیسٰی کا روحانی نزول

اسی طرح آپ کی صداقت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ نے نزول عیسٰی کی حقیقت بیان فرمائی۔ اور بتایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول روحانی ہوگا نہ کہ جسمانی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت تمام انبیاء کے نزول کے متعلق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزول کی بابت فرماتا ہے۔ قد انزل الیکم ذکراً رسولاً یتلوا علیکم آیات اللہ۔ دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ذکر کہہ کر پکارا ہے۔ اب آپ کے نزدیک اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول سے مراد جسمانی ہے یا روحانی اسی طرح فرمایا۔ کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب۔ اس میں انبیاء اور ان کے ساتھ کتاب کے اتارنے کا ذکر ہے۔ تو کیا انبیاء اور ان کے ساتھ کتابیں جسمانی طور پر آسمان سے اتری تھیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے قول وانزلنا الحدید اور انزلنا علیکم لباساً اور ان من شیءٍ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدرٍ معلوم میں لفظ نزول۔ نزول جسمانی کے معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی کا نزول تمام انبیاء کے نزول کی طرح نزول روحانی ہے نہ کہ جسمانی پس جو شخص نزول عیسٰی اور نزول انبیاء کے درمیان فرق کرتا ہے وہ صحیح راستہ اختیار نہیں کرتا۔

مسلمانوں کا غلط عقیدہ

اسی طرح آپ کی صداقت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے۔ کہ آپ نے مسلمانوں کے اس اعتقاد کو کہ مسیح موعود مسیح اسرائیلی ہے۔ غلط ثابت کیا اور ثابت کیا۔ کہ ان کا یہ اعتقاد یہودیوں کے نزول ایلیاء من السماء کے اعتقاد کی مانند ہے۔ پس جب حضرت عیسٰی علیہ السلام ان کے پاس آئے۔ تو انہوں نے حق کے طالبوں پر یہ ظاہر کر دیا۔ کہ نزول ایلیاء سے مراد حضرت یحیٰی علیہ السلام کا ظہور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے۔ کہ وہ پیشگوئیوں کے موقعہ پر مجازات اور استعارات میں بھی کلام کرتا ہے۔ اس لئے رفع ایلیاء اور نزول ایلیاء روحانی امر ہیں۔ جن کو روحانی لوگ خوب جانتے ہیں۔ اور جو لوگ اہل ظواہر ہیں۔ وہ ظاہری الفاظ کی پیروی کرتے اور اصل حقیقت سے غافل رہتے ہیں۔ پس کیا کوئی علماء زمانہ و مناظرین دہر میں سے ایسا بہادر ہے کہ وہ میدان تحقیق و مناظرہ میں آ کر یہ ثابت کرے۔ کہ یہودیوں کا اعتقاد ایلیاء کے آسمان سے نازل ہونے کے متعلق سچا تھا۔ اور مسیح کی تاویل کہ نزول سے مراد نزول روحانی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ یحیٰیؑ کا نزول ہے باطل تھا۔ پھر اسی معیار کے ساتھ مسلمانوں کے اعتقاد نزول مسیح من السماء کو پرکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لتتبعن سنن من قبلکم (الحدیث) پر غور کر کے اس بات کا فیصلہ کرے کہ کیا وہ حق پر ہے۔ یا حضرت احمد قادیانی علیہ السلام اور ان کے متبعین

آیت استخلاف اور حضرت مسیح موعود

اسی طرح آپ کی صداقت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے جو آیت استخلاف سے مستنبط ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ اس آیت کے لفظ منکم اور لفظ کما سے اور نیز حدیث کیف انتم اذا انزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم کے لفظ منکم سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ ہر خلیفہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگا خواہ وہ مسیح ابن مریم یا عیسٰی ہی کے نام سے موسوم کیوں نہ ہو۔ آنحضرت صلعم کی امت کے افراد میں سے ایک فرد ہوگا۔ اور لفظ کما اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ مسیح ناصری جو حضرت موسیٰؑ کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ تھے۔ وہ دوبارہ نہیں آ سکتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ کما استخلف الذین من قبلھم نہ کہ ان لوگوں میں سے جن کے متعلق یہ کہا گیا ہے۔ لیستخلفنھم اور جن کے متعلق استخلف الذین من قبلھم کہا گیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک فرد مشبہ بہ قرار دیا گیا ہے۔ اور جن کے متعلق لیستخلفنھم کہا گیا ہے ان میں سے ہر فرد مشبہ ہے۔ اور یہ بات ظاہر اور بین ہے۔ کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں ایک چیز نہیں ہوتے بلکہ ان کے درمیان مغایرت ضروری ہے۔

پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح اسرائیلی لفظ کما استخلف الذین من قبلھم کا مصداق ہو کر مشبہ بہ بنا۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ لیستخلفنھم کا مصداق بن کر مشبہ بنے اور منکم اور کما ہر دو کا مصداق بنایا جائے۔ پس آپ مشبہ بہ ہیں۔ اور آنے والا مسیح مشبہ ہے اس واسطے لفظ منکم کو مدنظر رکھتے ہوئے آنے والا امت محمدیہ سے ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مغائرت ضروری ہے اگر یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ مسیح ناصری بجائے آسمان پر زندہ موجود ہونے کے زمین پر ہی زندہ موجود ہیں۔ تو پھر بھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ نہیں بن سکتے۔ کیونکہ آیت استخلاف ان کے خلاف اور خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ پس اے عالمو تم امت محمدیہ کا حق امت موسویہ کو مت دو۔ اور کوتاہی اور ناسمجھی سے کام لیتے ہوئے نصاریٰ کی تائید میں مسیح ناصری کو حضرت محمد مصطفیٰؐ پر فضیلت نہ دو۔ کیونکہ یہ اعتقاد کہ آنے والا مسیح اسرائیلی ہوگا ایسا قول ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے۔

آیت خاتم النبیینؐ کے صحیح معنی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے۔ جو آپ نے خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے یہ معنی کئے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت تشریعی بند ہے۔ نہ کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض اور اتباع سے حاصل ہو۔ کیونکہ اگر یہ نبوت بند ہو جائے۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا جو آپ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر فرمایا کہ لو عاش لکان نبیاً کیا مطلب ہے۔ حالانکہ آیت حضرت ابراہیم کی وفات سے چار سال قبل نازل ہو چکی تھی۔ پس اگر لفظ خاتم باب نبوت کے مسدود کرنے کے معنوں میں مطلق طور پر آیا ہوتا۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے یہ نہ فرماتے۔ کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ معلوم ہوا کہ نبوت مطلق طور پر بند نہیں ہے۔ بلکہ نبوت غیر تشریعی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض و اتباع سے حاصل ہو جاری ہے۔

مسلمانوں کی اعتقادی حالت

پھر مسلمانوں کا یہ اعتقاد بھی کہ آنیوالا مسیح نبی ہوگا۔ نبوت کے مطلق طور پر بند ہو جانے کے خلاف ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم آخری نبی نہیں ہیں۔ بلکہ مسیح آخری نبی ہیں تو بجائے اس کے کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء قرار پائیں۔ حضرت مسیح ناصری خاتم الانبیاء قرار پائیں گے اور پھر یہ آنحضرت صلعم کی شان رحمۃ للعالمین اور سراجاً منیراً کے بھی خلاف ہے کہ قیامت تک باوجود اشد ضرورت کے نبوت جیسی نعمت رد کر دی جائے۔ پس تعجب کا مقام ہے کہ دجال تو آتے رہیں۔ جو امت محمدیہ کی بیخ کنی اور گمراہی کا موجب ہیں۔ اور انبیاء جو ان کے معالج اور حکیم ہیں وہ نہ آئیں :- (باقی ص۱۲ کالم اول)

232

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مشہور و معروف آرگن

الفضل

نمونہ مفت طلب کریں

نمونہ مفت طلب کریں

قیمت سالانہ دس روپے

یہ اخبار ۲۰×۲۶ سائز کے بارہ صفحوں پر ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا ہے۔ اس میں سیاسی مسائل پر رائے زنی ہوتی ہے۔ وہ خدا کے فضل سے ۹۹ فیصدی صحیح نکلتی ہے۔ مسلمانوں کے مفاد کو ہر امر میں خصوصیت سے مدنظر رکھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات جمعہ و عیدین و دیگر تقاریر بھی بالالتزام تمام درج ہوتی ہیں۔ جن میں اہم مذہبی، سیاسی، قومی، اور ملکی وقتی امور میں مسلمانوں کی راہنمائی کی جاتی ہے۔ نیز تاریخ اسلام۔ اسلام کی خوبیوں، دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فضیلتوں، غیر مذاہب کے متعلق تفصیلی اور اہم واقفیت دیگر مذاہب کے بنی نوع انسان کیلئے نقصان رساں مسائل اور اسلام پر غیر مسلموں کے اعتراضات کے جواب میں باقاعدہ مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ آپ اس اخبار کو کم از کم چھ ماہ کیلئے اپنے نام جاری کر کے ہمارے قول کی تصدیق کریجئے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اشاعت اسلام کے متعلق جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں سے آپکو واقفیت رہے۔ امریکہ، انگلستان، افریقہ، دمشق میں اشاعت اسلام کی تازہ خبریں پہنچتی رہیں۔ اور پیش آمدہ مشکلات میں ایسی ہدایات ملیں جن میں نقصان کا شائبہ نہ ہونے کے برابر ہو۔ تو **الفضل** ہی ایسا اخبار ہے جس کیلئے معمولی خرچ کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔

سالانہ قیمت للعہ روپیہ ششماہی [illegible] سہ ماہی اڑھائی روپے

ریویو آف ریلیجنز (انگریزی رسالہ)

یہ رسالہ قادیان سے ہر مہینہ شائع ہوتا ہے۔ سات روپے سالانہ قیمت ہے۔ یورپ میں تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ ہے۔ ہندوستان میں اس کی اشاعت انگریزی خوانوں کیلئے حفاظت ایمان اور ازدیاد عرفان کا موجب ہے۔ علی العموم ایک نہ ایک تصویر بھی دیجاتی ہے۔ حجم ساٹھ صفحے۔ کاغذ اعلیٰ۔ قیمت صرف چار روپے۔ طلباء سے تین روپے سالانہ نمونہ کا پرچہ ۸/ ۔ پتہ: مینیجر صاحب رسالہ انگریزی ریویو قادیان

مصباح

خواتین کا اخبار **مصباح** قیمت سالانہ عہ۔ مہینے میں دو بار

یہ اخبار مہینے میں دو بار قادیان سے نکلتا ہے۔ اس اخبار میں خواتین کے اپنے لکھے ہوئے مضامین ہوتے ہیں۔ جو تمدنی۔ مذہبی۔ اخلاقی شعبوں پر حاوی ہیں۔ پرچہ بطور نمونہ منگوا کر دیکھ لیجئے۔ کہ آپ کے گھروں کو علم و فضل کی روشنی سے منور کرنے کے لئے کس قدر کارآمد ہے۔ عموماً بیس صفحے اور کبھی کبھی چوبیس صفحے حجم ہوتا ہے۔ خواتین کی بہتری اور بہبودی کیلئے ہر قسم کے مضامین سلیس عبارت میں درج ہوتے ہیں۔

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خواہش کا بارہا ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس کے خریدار کم از کم دس ہزار ہوں پھر کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ اس کے خریدار اتنے کم ہوں۔ جو مجھے بتاتے ہوئے شرم بھی آئے۔ مہربانی فرما کر اس دفعہ احباب جماعت احمدیہ بالخصوص یہ عزم کر لیں کہ کم از کم ایک سال کیلئے اس رسالہ کے خریدار بن جائیں۔ تین روپے سالانہ (طلباء کے لئے دو روپے آٹھ آنے) کیا چیز ہے۔ ثواب کا ثواب پھر آپ کے پاس علمی مذہبی مضامین کا ایک مفید ذخیرہ جمع ہو جائیگا۔ بقایا دار بقایا ادا فرمائیں باقی احباب آئندہ سال کا پیشگی چندہ جمع کرا دیں تا سال بھر اطمینان سے رسالہ وصول کرتے رہیں۔ اور ۵/ وی پی کا زائد خرچ نہ دینا پڑے اور جو خریدار نہیں وہ نئے خریدار ہوں۔

خریداری کی درخواستیں بنام مہتمم طبع و اشاعت قادیان کے پتہ پر ہوں

...لت تھی۔ کہ وہ دجال اور شیطان پیدا کر کے ...شرک بناتا۔ اور انبیاء اور رسول بھیج کر ان کو ...پر نہ لاتا۔ پھر تعجب کا مقام ہے۔ کہ تمہارے ...آنے والے دجال تو امت محمدیہ میں سے ہوں۔ اور وہ ...ں اور نبی جوان دجالوں کے فتنہ کو دور کرنے کے لئے بھیجا جائے۔ وہ امت موسویہ میں سے ہو۔ یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ امت محمدیہ خیر الامم ہے۔ اور ہمارے نبی افضل الانبیاء۔ اور اگر یہی وجہ فضیلت کا ذریعہ ہے۔ تو اس کو عیسائیوں کے سامنے بطور دلیل پیش کر کے دیکھ لیا جائے کہ کیا جواب ملتا ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم افضل الانبیاء اسی صورت میں قرار پا سکتے ہیں۔ کہ آنے والا مسیح آپ کی امت کے افراد میں سے ایک فرد ہو۔ اور وہ آنے والے **حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی** ہیں۔ جنہوں نے عین چودھویں صدی کے سر پر دعوے مسیحیت و مہدویت کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کامیابی

دنیا نے آپ کی مخالفت کی۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ یاحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون آپ سے اسی طرح استہزا کیا گیا۔ اور آپ پر وہی اعتراضات کئے گئے۔ جو پہلے نبیوں پر کئے جاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو باوجود آپ اکیلے تھے۔ اور باوجود یکہ آپ کو اور آپ کے متبعین کو گالیاں دی گئیں۔ اور پتھر مارے گئے۔ اور آپ کے خلاف بغض و عناد کی آندھیاں اٹھیں۔ اور عداوت کے طوفان برپا ہوئے اور ہر رنگ میں مخلوق آپ کی طرف جانے سے روکی گئی۔ آپکو بڑھایا۔ اور ترقی دی۔ آپ کی آواز میں ایسی مقناطیسی قوت اور زبردست جذب تھا۔ کہ دنیا چاروں طرف سے آ کر آپ کی حلقہ بگوشی میں داخل ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سلسلہ کو روز افزوں ترقی نصیب کی۔ جیسا کہ فرمایا۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا اللہ اللہ وہ آواز جو کس مپرسی کی حالت میں ایک گاؤں سے نکلی تھی۔ آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں گونج رہی ہے۔ چشم بصیرت کے لئے اس میں سبق ہے ؎

یہ فتوحات نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار

مبارک وہ جو اس موعود کی شناخت کرے اور اس کو اس کے مسیحائی نفس سے زندگی حاصل ہو۔ اے کاش مسلم قوم بیدار ہو۔ اور چشم بصیرت کھولے ؛

عبد الرحمٰن قادیانی

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

بمبئی گورنمنٹ نے ایک غیر معمولی گزٹ کی اشاعت میں اعلان کیا ہے کہ سپیشل پاورز ایمرجنسی ایکٹ کی ان دفعات کا اطلاق ۲۹ دسمبر سے تمام صوبہ میں کر دیا جائیگا۔ جن میں پولیس کو ان اشخاص کے گرفتار کرنے۔ نظر بند کرنے آمد و رفت کی نگرانی کرنے اور خانہ تلاشیاں لینے کا اختیار دیا گیا ہے جن پر گورنمنٹ کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف رہنے کا شبہ ہو۔

حکومت برطانیہ کے سفیر مقیم واشنگٹن کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ امریکن گورنمنٹ نے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ غیر ممالک سے جو طلباء امریکہ میں پڑھنے کے لئے آنا چاہیں ان کو یہ ثابت کرنا ہوگا۔ کہ بطور طالب علم اپنا درجہ برقرار رکھنے کے لئے ان کے پاس کافی روپیہ ہے اور اگر کوئی غیر ملکی طالب علم روپیہ کمانے کے خیال سے کوئی کام کریگا تو وہ گرفتاری اور امریکہ سے اخراج کی سزا کا مستوجب ہوگا

الہ آباد اتحاد کانفرنس کے متعلق ڈاکٹر سر محمد اقبال نے لنڈن میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ فرقہ وارانہ سوال کو از سر نو شروع کرنا ہندوستان اور خاص کر مسلمانوں کے مفاد کے منافی ہے۔ اس سے نقصان یہ ہوگا کہ مسلمانوں میں یکجہتی نہ رہیگی۔ مہاراجہ الور کی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ مہاراجہ صاحب نے تو یہ کہا ہے کہ وہ ہندوستان پر ہندوستانیوں کی حکومت چاہتے ہیں مگر گول میز کانفرنس میں مہاراجہ صاحب کے ہم مذہب مکمل صوبجاتی خود اختیاری کی مخالفت کر رہے ہیں اور مرکزی گورنمنٹ کو زیادہ اختیارات دینے کی حمایت کر رہے ہیں۔

راجشاہی کے ایک ہندو وکیل مسٹر رام رتن ودیانت تیرتھ نے گاندھی جی کو یرودا جیل میں ایک چٹھی لکھی تھی۔ کہ انہیں مشنکر اچاریہ اور دوسرے ہندو رشیوں کی طرح معقول دلائل سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا چاہیئے۔ نہ کر برت رکھ کر۔ گاندھی جی نے جواب میں لکھا ہے کہ ہر ایک آدمی میں شنکر اچاریہ کی خوبیاں نہیں ہو سکتیں۔ گویا دلائل کے میدان میں اپنا عجز تسلیم کر لیا۔

میسور لیجسلیٹو کونسل میں ۲۱ دسمبر عورتوں کے حق وراثت کے متعلق ہندو قانون میں ترمیم کے بل پر بحث ہوئی۔ اور یہ ترمیم کثرت رائے سے پاس ہو گئی۔ کہ اگر کوئی خاوند دوسری شادی کر لے۔ یا اپنی عورت سے اس قسم کا سلوک کرے۔ جس سے اسکی صحت اور زندگی کو خطرہ ہو۔ تو وہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ رہنے سے انکار کر سکتی ہے۔ اور گزارہ کا مطالبہ کر سکتی ہے ؛

سری نگر سے ۱۷ دسمبر کی اطلاع ہے۔ کہ کشمیر سٹیٹ سلک فیکٹری بند کر دی گئی ہے۔ جس سے ہزاروں مزدور بیکار ہو گئے ہیں فیکٹری کے بند ہونے کے خلاف پروٹسٹ کرنے کے لئے مسلمانوں کا۔ ایک جلسہ ہوا جس میں ریاست کو بیکاروں کی حالت زار کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ؛

اچھوتوں کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اب وہ الور جتھے بھیجنے کے متعلق غور و فکر میں مصروف ہیں۔ اگرچہ ابھی تک جتھے جمع کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

نواب صاحب بہاولپور کے متعلق ڈیلی ایکسپریس کا نامہ نگار مقیم روما لکھتا ہے کہ عنقریب وہ ایک اطالوی لڑکی سے شادی کرنے والے ہیں معلوم ہوا ہے ہندوستان سے یورپ جاتے ہوئے وکٹوریہ جہاز پر یہ لڑکی نواب صاحب سے ملی تھی۔

بنگال کے مختلف جیلوں سے چالیس سیاسی قیدیوں کا دوسرا جتھا ۱۸ دسمبر انڈیمان بھیجا گیا۔ ان قیدیوں میں وہ بھی شامل ہیں جنہیں اسلحہ خانہ چٹاگانگ وغیرہ پر حملہ کے سلسلہ میں سزا ہوئی ہے۔

برما کونسل میں چھ دن اور دو راتوں کی بحث کے بعد ہندوستان سے برما کی علیحدگی کی مخالفت کا ریزولیوشن بایں صورت پاس ہوا۔ کہ یہ کونسل وزیر اعظم کے آئین کی بناء پر ہندوستان سے برما کی علیحدگی کی مخالفت کرتی ہے یہ کونسل اس وقت تک علیحدگی کی مخالفت کرتی رہیگی جب تک کہ اسے بہتر شرائط پر آئین حاصل نہ ہو جائے یا برما اس شرط پر فیڈریشن میں شریک ہوگا۔ کہ اسے علیحدگی کا حق حاصل ہو۔ سرکاری ممبر غیر جانبدار رہے

گاندھی جی نے ایک انٹرویو میں کہا ہے۔ کہ اگر مجھے اندر سے آواز آئی۔ تو میں گرو دیور کی طرح دوارکا ناتھ مندر میں اچھوتوں کے داخلہ پر بھی برت رکھوں گا

بین الاقوامی لیبر آفس نے بیکاری کو کم کرنے کے لئے دنیا کی تمام حکومتوں کو ایک مکتوب ارسال کیا ہے جس میں اندازاً بتایا گیا ہے۔ کہ دنیا میں اس وقت بیکاروں کی تعداد کم از کم تیس کروڑ ہے ؛

بہار و اڑیسہ کے جرائم کی رفتار کے متعلق انسپکٹر جنرل پولیس نے سہ ماہی رپورٹ شائع کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جولائی سے ستمبر ۳۲ء تک ۱۱۰ قتل ۱۰۵ ڈکیتی ۸۵۴ نقب زنی اور ۲۱۹

عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی